ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی☆

خبر واحد میں راویوں کی تعداد کے بارے میں علماء اصول کا موقف

علماء اصول نے محدثین کی بیان کردہ اقسام سے ہٹ کر خبر یا حدیث کو کئی اعتبار سے تقسیم کیا ہے۔ ان میں پہلی تقسیم ماہیت کے اعتبار سے ہے اس اعتبار سے خبر کو تین اقسام.... قولی، فعلی اور تقریری میں تقسیم کیا گیا ہے۔(۱) دوسری تقسیم صدق و کذب'... یعنی کیا خبر سچی ہے یا جھوٹی کے اعتبار سے کی گئی ہے'۔ اس اعتبار سے بھی خبر کی تین اقسام ہیں'... خبر قطعی طور پر سچی ہو گی، خبر قطعی طور پر جھوٹی ہو گی، خبر کے سچی یا جھوٹی ہونے کے بارے میں کوئی علم نہ ہو۔ دوسری تقسیم میں پہلی قسم خبر متواتر ہے اور آخری قسم خبر واحد ہے جسے خبر آحاد بھی کہتے ہیں۔(۲) تیسری قسم خبر کے ہم تک پہنچنے، یعنی سند کے اعتبار سے کی گئی ہے، جس کو بعض علماء اتصال کے اعتبار سے بھی کہتے ہیں اور علماء اصول کے نزدیک یہ آخری تقسیم اصل اہمیت کی حامل ہے۔

اس آخری تقسیم کے مطابق خبر، جمہور کے نزدیک دو اقسام'... متواتر اور احاد میں تقسیم ہوتی ہے۔(۳) لیکن احناف کے نزدیک اس کی تین اقسام ہیں'... متواتر، مشہور اور احاد۔(۴) زیر نظر مضمون میں اسی آخری قسم خبر آحاد اور اس کے راویوں کی تعداد کے بارے میں علماء اصول کے درمیان اختلافات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

لغوی تعریف

لفظ واحد کا مادہ ''وحد'' ہے۔ اہل لغت کے نزدیک واحد اور احاد میں کوئی فرق نہیں، لفظ احاد

☆ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

أحد کی جمع ہے، جیسے بطل کی جمع ابطال ہے اور یہ لفظ دو ہمزوں کے ساتھ أأحاد تھا، پھر ہمزہ کو لفظ آدم کی طرح الف میں تبدیل کر دیا گیا اور أحاد کے ہمزہ کو واؤ میں تبدیل کر کے اسے واحد بھی کہا جاتا ہے۔ (۵) بعض اہل لغت کے نزدیک احد کی اصل واؤ اور حاء کی فتح ہے اور أحد واحد کا اسم کامل ہے۔ (۶)

لفظ أحاد اور واحد دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں اور لغت میں ان سے مراد ایسی شے ہے جس کا کوئی جزنہ ہو لیکن یہ عمومی طور پر ہر موجود شے کے لئے استعمال ہوتا ہے (۷)۔

لفظ احد اُللہ تعالٰی کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جیسے قرآن مجید میں ہے "قل هو الله أحد" (۸)

اصطلاحی تعریف

خبر واحد کی اصطلاحی تعریف میں علماء اصول کے مابین اختلاف ہے اور اس اختلاف کی بنیادی وجہ سنت کی قسموں میں اختلاف ہے۔ احناف سنت کو تین بنیادی اقسام متواتر، مشہور اور واحد میں تقسیم کرتے ہیں۔ لیکن جمہور سنت کے دو بنیادی اقسام متواتر اور واحد بیان کرتے ہیں ان کے نزدیک مشہور، مستفیض یا اس قسم کے تمام اقسام سنت، خبر واحد میں شامل ہیں اور اس کی ذیلی اقسام ہیں۔

احناف کے نزدیک خبر واحد کی تعریف

احناف کی رائے میں خبر واحد کی تعریف کو فخر الاسلام بزدوی نے اس طرح بیان کیا ہے:

"هو كل خبر يرويه الواحد او الأثنان فصعداً لا عبرة للعددفيه بعد أن يكون دون المشهور والمتواتر." (۹)

ہر وہ خبر جس کو ایک، دو یا اس سے زیادہ راوی کریں اور اس میں راویوں کی کوئی تعداد معتبر نہیں مگر یہ کہ وہ خبر مشہور اور متواتر کے درجہ تک نہ پہنچے۔

گویا احناف کے نزدیک خبر واحد وہ ہے جس کو ایک راوی دوسرے ایک راوی سے نقل کرے، ایک راوی جماعت سے روایت کرے یا جماعت راویوں کی ایک راوی سے روایت کرے۔ ان کے نزدیک راویوں کی تعداد کا اعتبار نہیں جب تک حدیث مشہور یا متواتر کی حد تک نہ پہنچے۔

جمہور کے نزدیک خبر واحد کی تعریف

مالکی، شافعی اور حنبلی علماء اصول کی رائے میں ہر وہ خبر جو متواتر کے تمام شرائط یا کوئی ایک شرط پوری نہ کرے خبر واحد ہے اور اس تعریف پر تمام علماء جمہور متفق ہیں، لیکن ہر ایک نے اسے جامع و مانع بنانے کے لیے مختلف اسلوب اختیار کیے ہیں مثلاً شیرازی خبر واحد کی تعریف اس طرح کرتے ہیں :

"إعلم ان خبر الواحد ما إنحط عن حدالتواتر"(۱۰)

(جان لے کہ خبر واحد وہ ہے جو متواتر کی شرائط پوری نہ کر سکے۔)

بدخشی کے نزدیک ہر وہ خبر، جو متواتر نہیں، چاہے وہ مستفیض ہو یعنی جس کو تین سے زیادہ راوی روایت کریں یا غیر مستفیض ہو یعنی اس کو تین یا اس سے کم راوی روایت کریں، خبر واحد شمار ہو گی۔ ابوالحسن ماوردی نے اس کی تعریف اس انداز میں کی ہے :

" وأما أخبار الأحاد فهو ما اخبر الواحد العدد القليل الذى يجوز على مثله تواطئو على الكذب أو الاتفاق فى السهور والغلط". (۱۱)

خبر واحد وہ خبر ہے جو اتنی قلیل تعداد سے مروی ہو جن کا مخفی طور پر جھوٹ، غلطی یا بھول پر اتفاق کر لینے کا گمان جائز ہو۔

خبر واحد میں راویوں کی تعداد کے بارے میں مذکورہ تعریفوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علماء نے اس بارے میں کوئی مخصوص تعداد متعین نہیں کی۔ تاہم بعض علماء اس بارے میں اپنا مخصوص موقف رکھتے ہیں۔ مجموعی طور پر خبر واحد میں راویوں کی تعداد کے بارے میں علماء اصول کے مابین پانچ نقطہ ہائے نظر متداول ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

ا۔ قدریہ اور ابو اسحاق نظام کی رائے

قدریہ کے بانی معبد بن خالد الجہنی ' اور معتزلہ کے ایک امام ابو اسحاق نظام کی رائے میں، خبر واحد میں چار راویوں کا ہونا ضروری ہے اور یہ راوی سند کی ابتداء سے انتہا تک ضروری ہیں، اور ان کے نزدیک سند کی انتہا سے مراد خیر القرون کے آخر یعنی تبع تابعین تک ہے۔ یعنی جب محدثین عظام نے احادیث کو کتب میں جمع کر لیا تھا اس وقت اگر انہیں ایک حدیث کے چار راوی سند کے اول تا آخر

ملے ہوں تو وہ خبر واحد ہے۔

ان کی رائے میں کسی خبر سے اس وقت علم کا حصول ممکن نہیں جب تک کہ اسے چار راوی روایت نہ کر رہے ہوں اور اس سے کم راویوں کی روایت کردہ خبر سے علم حاصل نہیں ہوتا اور جس خبر سے علم ہی حاصل نہ ہو اس پر عمل جائز نہیں۔ اس لئے ان کے نقطہ نظر کے مطابق اگر خبر واحد یہ شرط پوری نہیں کرتی تو اس پر عمل نہیں ہو سکتا (۱۲)۔

۲- قاضی عبدالجبار المعتزلی اور امام کرخی کا نقطہ نظر

احناف میں سے امام کرخی اور ان کے بعض متبعین کے علاوہ معتزلہ میں سے قاضی عبدالجبار کی رائے کے مطابق ہر معاملہ میں چار راویوں کی شرط قرین قیاس نہیں لیکن اگر راوی زنا یا اس کے متعلقات کے بارے میں کوئی حدیث پیش کریں' یا اس باب میں اگر کوئی حدیث روایت ہو رہی ہو تو اس میں چار راویوں کی شرط ضروری ہے اور وہ اس سلسلہ میں روایت کا قیاس شہادت پر کر رہے ہیں جیسے ارشاد باری ہے :

"فاستشهدوا عليهن اربعة منكم" (۱۳).

... اور ان پر چار آدمی گواہ بنالو۔

ان کی رائے میں جب قرآن مجید میں اللہ تعالی نے زنا کے جرم کی تصدیق کے لئے چار گواہوں کی شرط لگائی ہے' تو ایسی خبر جس میں زنا کی سزا' اس کے ثبوت کے طریقہ اور زنا کی سزا کے نافذ کرنے کا بیان وغیرہ ہوں' ضرور چار راویوں سے مروی ہو اور یہ شرط بھی ابتداء سند سے انتہا تک ہو۔ ان کی رائے میں صرف اس معاملہ میں چار کی خبر موجب علم ہے اور اگر خبر موجب علم ہوگی تو اس پر عمل ہوگا لیکن اگر یہ شرط پوری نہ ہو رہی ہو تو وہ خبر واحد موجب علم نہیں لہذا اس پر عمل نہیں ہوگا کیوں کہ وہ قیاساً قرآن کے خلاف ہے اور علماء اصول کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر خبر واحد قرآن کے خلاف ہوگی تو اس پر عمل نہ ہوگا۔ (۱۴)' جس طرح وہ لکھتے ہیں :

لا يقبل فى الأخبار الذى تتعلق بالزنا الاار بعة قيا ساً للر وا ية على الشها دة (۱۵)

ایسی احادیث جن کا تعلق باب زنا سے ہو ان میں چار راویوں کی خبر قبول کی

جائے گی اور یہ روایت کو شہادت پر قیاس کرنے کی وجہ سے ہے۔

اسی طرح امام کرخی کی رائے میں ہر وہ خبر جس سے کوئی حد واجب ہو رہی ہو یا ایسی سزا واجب ہو رہی ہو جو شبہ سے ساقط ہو جائے' اس کے لئے چار یا اس سے زیادہ راوی ضروری ہیں اور اگر یہ شرط پوری نہ ہو رہی ہو گی تو وہ خبر واحد قبول نہیں کی جائے گی(۱۶)

۳- ابو علی الجبائی کی رائے

ابو علی الجبائی کی رائے میں ایسی خبر واحد حجت ہے جس کو دو راوی روایت کریں جیسے ابن قدامہ نے لکھا ہے :

وذهب الجبائي إلى أن خبر الواحد إنما يقبل إذا رواه عن النبى صلى الله عليه وسلم اثنان إلى أن يصير فى زماننا(۱۷).

اور جبائی کی رائے میں خبر واحد اس وقت قبول کی جائے گی جب اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر ہمارے زمانہ تک ہر طبقہ میں دو راوی روایت کر رہے ہوں۔

جبائی نے اپنے اس موقف کے حق میں قرآن اور حدیث سے دلائل پیش کئے ہیں۔ وہ بھی قاضی عبدالجبار معتزلی کی طرح روایت کو شہادت پر قیاس کرتے ہیں اور اللہ تعالی نے شہادت کے بارے میں عمومی حکم فرمایا ہے کہ :

واستشهدو اشهيدين من رجالكم(۱۸)۔

پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو۔

اس لیے روایت میں بھی اسی قرآنی آیت کے مطابق حکم کرتے ہوئے دو راویوں کی شرط ضروری ہے۔ مزید اللہ تعالی نے فرمایا :

وان الظن لا يغنى من الحق شيئا(۱۹)

بلا شبہ حق کے مقابلہ میں گمان اور اٹکل کی باتیں کبھی مفید نہیں ہو سکتیں۔

اس آیت کی رو سے اگر ہم دو راویوں کی شرط کو ختم کر دیں تو اس سے گمان اور زیادہ قوی ہو جائے گا۔(۲۰) وہ حدیث ذوالیدین سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے ایک دن عصر کی نماز پڑھاتے ہوئے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا اور مصلے سے اٹھ کر ایک طرف ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والے تمام صحابہ خاموش بیٹھے رہے لیکن چند لمحوں بعد عرباضؓ نامی ایک صحابی جنہیں ان کے لمبے ہاتھوں کی وجہ سے ذوالیدین کہا جاتا تھا' نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نماز مختصر ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا نماز مختصر ہوئی ہے اور نہ ہی میں بھولا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ سے اس بارے میں استفسار کیا جو آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی ہے تو آپ شیخین کی تصدیق پر واپس مصلے پر تشریف لائے اور بقیہ نماز مکمل کرائی (۲۱)۔ اسی طرح صحابہ کرام میں خلفاء راشدین کے سامنے جب کوئی حدیث پیش کی جاتی تو وہ اس پر دو گواہ طلب کرتے اور پھر حدیث قبول فرماتے مثلاً حضرت ابو بکرؓ کے سامنے جب مغیرہؓ بن شعبہ نے دادی کے پوتے کی وراثت میں حصہ دار ہونے کی حدیث بیان کی تو آپ نے قبول نہ کی حتی کہ محمدؓ بن مسلمہ نے اس کی گواہی دی۔ (۲۲) اسی طرح حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے گواہ نہ ملنے کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کی وہ حدیث رد کر دی جس میں انہوں نے بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بن العاص کو مدینہ میں آنے کی اجازت دے دی تھی (۲۳) یہی صورت حال ابو موسی اشعری کے ساتھ ہوئی جب انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے حدیث استئذان پیش کی تو آپ نے گواہ مانگا حتی کہ ابو سعید الخدری نے گواہی پیش کی (۲۴) اور گواہی نہ ہونے کے سبب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عبداللہ بن عمرؓ کی وہ حدیث رد کر دی جس میں میت کو اسکے اعزہ و اقارب سے رونے کی وجہ سے عذاب ملنے کی وعید سنائی گئی تھی (۲۵) ابو علی الجبائی اور اس رائے کے حامل کثیر علماء ان عقلی و نقلی دلائل کی بنیاد پر خبر واحد میں دو راویوں کی شرط لگاتے ہیں اور اگر خبر اس شرط کو پورا نہ کر رہی ہو تو اس سے علم حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی وہ خبر قابل عمل ہے بلکہ وہ منقطع خبر ہے اور ناقابل عمل ہے (۲۶)۔

۴۔ جمہور احناف کا نقطہ نظر

جمہور احناف کا نقطہ نظر جمہور کی رائے' جو آئندہ صفحات میں بیان ہو گی' سے کافی حد تک اتفاق رکھتا ہے۔ لیکن کیوں کہ دونوں کے درمیان حدیث کی بنیادی اقسام میں اختلاف ہے اس لئے

خبر واحد میں راویوں کی تعداد کے بارے میں دونوں مختلف آراء کے حامل ہیں،لیکن دونوں کی آراء میں جوہری اتفاق موجود ہے۔

احناف کے نزدیک ہر وہ حدیث خبر واحد ہے جو متواتر کی شرائط پوری کر رہی ہو اور نہ ہی مشہور کی۔جس طرح علاء الدین سمر قندی نے اس کی تعریف کی ہے :

" صار عبارة عن خبر لم يدخل في حدخل في في الإشتهار ولم يقع الإجماع على قبوله وإن كان الراوي اثنين أو ثلاثة أو عشرة"(۲۷)

ہر وہ خبر جو مشہور کے درجہ تک پہنچے اور نہ اس کی قبولیت پر امت کا اجماع ہو خبر واحد ہے' چاہے اس کے راوی دو ہوں' تین ہوں یا دس ہوں۔

کیوں کہ احناف کے نزدیک اگر خبر واحد خیر القرون میں متواتر کے درجہ تک پہنچ جائے یا امت اسے مجموعی طور پر قبول کرلے تو وہ خبر مشہور بن جاتی ہے۔(۲۸)اس لئے ان کے نزدیک اگر کوئی خبر متواتر ہے اور نہ ہی مشہور کے مقام تک پہنچی ہے تو وہ خبر واحد ہے' چاہے اس کا راوی ایک ہو یا اسے ایک جم غفیر روایت کر رہا ہو اور وہ ان کے نزدیک موجب عمل ہے اور حجت ہے(۲۹)۔

۵- جمہور کی رائے

جمہور علماء اصول جن میں مالکیہ 'شافعیہ 'حنبلیہ اور ظاہریہ شامل ہیں' کی رائے کے مطابق ہر وہ حدیث خبر واحد ہے جو خبر متواتر کی تمام شرائط یا کوئی ایک شرط پوری نہ کر رہی ہو' چاہے ایک کثیر گروہ ہی کیوں نہ روایت کر رہا ہو یا اس کی قبولیت پر خیر القرون میں اجماع ہی کیوں نہ ہو گیا ہو۔(۳۰) ان کے نقطہ نظر کے مطابق ہر وہ خبر جو متواتر نہیں احاد ہے اور اس کی سند میں کم از کم ایک راوی ہر طبقہ میں ضرور ہونا چاہیے اور ان کے نزدیک اسی ایک راوی کی وجہ سے اس کو خبر واحد کہتے ہیں' جس طرح ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں :

ما نقله الواحد عن الواحد (۳۱)

ہر وہ خبر جس کو تمام طبقات میں ایک راوی دوسرے سے روایت کرے خبر واحد ہے۔

اور اگر اس حدیث کو شروع سے آخر تک ایک کثیر گروہ روایت کرتا آرہا ہے لیکن وہ خبر

متواتر کی شرائط پوری نہیں کرتی تو وہ خبر بھی جمہور کی رائے میں خبر واحد ہے جیسے الباجی لکھتے ہیں :

مالم يقع العلم لمخبره ضرورة من جهة الإخبار به وإن كان الناقلون له جماعة (۳۲)

ہر وہ خبر جس کے سننے سے سامع کو کوئی علم حاصل نہ ہو' خبر واحد ہے چاہے اس کے نقل کرنے والے راوی ایک جماعت کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔

جمہور فقہاء کے نزدیک خبر متواتر میں یہ شرط ہے کہ اس سے سننے والے کو علم حاصل ہو لیکن اگر ایک جماعت کی خبر سے' سننے والے کو علم حاصل نہیں ہوتا تو وہ متواتر کی ایک شرط پوری نہیں کر رہی' اس لئے ایک کثیر گروہ کی روایت کرنے کے باوجود وہ خبر واحد ہے۔ لہذا جمہور کے نزدیک خبر واحد میں کم از کم شرط ایک راوی کی ہے اور زیادہ سے زیادہ راویوں کی کوئی شرط نہیں ہے۔

جمہور کی رائے میں خبر واحد میں ایک راوی سے زیادہ کی شرط فاسد شرط ہے اور جن لوگوں نے یہ شرط عائد کی ہے ان کے پاس کوئی عقلی ثبوت ہے اور نہ ہی نقلی ثبوت۔ جہاں تک قدریہ کا موقف ہے کہ :چار راویوں کی خبر سے علم حاصل ہوتا ہے عقلاً محال ہے کیوں کہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ بسا اوقات ایک راوی کی خبر سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی ایک جماعت کی خبر سے بھی علم حاصل نہیں ہوتا اور ذہن میں شک و شبہ باقی رہتا ہے۔ اس لئے چار کی شرط کسی طرح بھی قرین قیاس نہں۔ مزید یہ کہ خبر کا رد و قبول ایک دینی معاملہ ہے کیوں کہ سارے دین کی بنیاد انہیں اخبار پر ہے اور ان کے پاس اپنے موقف کے لئے کوئی نقلی دلیل ہے ہی نہیں اس لئے جمہور ان کے نقطۂ نظر کو یکسر مسترد کر دیتے ہیں۔ (۳۳)

جہاں تک دوسری اور تیسری رائے کا تعلق ہے تو اس میں ان کے موقف کی بنیاد قیاس ہے یعنی وہ روایت حدیث کو شہادت پر قیاس کر رہے ہیں اور یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیوں کہ شہادت کا معاملہ روایت کی نسبت زیادہ احتیاط کا متقاضی ہے اس لئے اس میں تعداد کی شرط لگائی گئی ہے (۳۴)۔

مزید یہ کہ شہادت اور روایت میں کافی فرق ہے کیوں کہ شہادت کے باب میں اکثر دو عورتیں ایک مرد کے برابر شمار ہوتی ہیں۔ لیکن روایت میں دونوں برابر ہیں' اور پھر شہادت میں عدد کی شرط کی عقل کوئی توجیہ نہیں کر سکتی بلکہ اس میں ہمیں قرآن کی پیروی کرنا پڑتی ہے اور جو حکم خود

تعبدی ہو اس سے کبھی قیاس ہو نہیں سکتا مثلاً نماز کی رکعت اور زکوۃ کی مقدار وغیرہ' اور شہادت میں ضروری ہے کہ یہ عدالت کے اندر لفظ شہادت کے تحت ادا کی جائے' اور شہادت کے بعد قاضی پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ فیصلہ کرے لیکن یہ اور اس طرح کی بے شمار اور شرائط ایسی ہیں جو شہادت کے باب میں موجود ہیں لیکن روایت حدیث سے ان کا کوئی تعلق نہیں (۳۵)۔

ان دلائل کی بناء پر جمہور کے نزدیک خبر کو شہادت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا سابقہ بیان کردہ آراء میں جن علماء اصول نے قرآن میں مختلف مقامات پر بیان کردہ گواہوں کی تعداد کو بنیاد بنا کر خبر واحد میں چار راوی یا دو راویوں کی شرط عائد کی ہے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے باطل ہے اور ان کا موقف غلط ہے (۳۶)۔

جہاں تک رسول اکرم کا ذوالیدین کے خبر دینے پر شیخین سے استفسار کا تعلق ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے اس کی خبر کو رد کر دیا تھا' بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کے پیچھے ایک گروہ نماز پڑھ رہا تھا' لیکن آپ کو دو رکعت پڑھنے کی خبر صرف ایک صحابی نے دی' تو آپ کے ذہن میں یہ تردد پیدا ہوا کہ ساری جماعت خاموش بیٹھی ہے اور ایک آدمی بول رہا ہے' اور مزید یہ کہ اس شخص کی تائید بھی کوئی نہیں کر رہا۔ اس لئے آپ نے شیخین سے اس بارے میں دریافت کیا اور جب انہوں نے اس کی تائید کی تو آپ کو بھول کا یقین ہو گیا اور آپ نے فوراً سجدہ کیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی خبر کو رد نہیں کیا بلکہ اس خبر کی تصدیق کے لئے دوسروں سے دریافت کیا تھا۔ اگر آپ رد کر دیتے' تو آپ کبھی بھی دوسروں سے نہ پوچھتے' دوسروں سے استفسار کا مقصد ہی یہی تھا کہ ایک شخص کی خبر کو قبول کر کے اس کی تصدیق مزید افراد سے کی گئی تھی اس لئے اس دلیل سے خبر واحد میں راوی کی تعداد کا تعین نہیں ہو سکتا۔ (۳۷)

پھر یہ واقعہ ایک مخصوص حالات میں تھا اور اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ راوی دو ہوں بلکہ اس سے تو تین راوی ثابت ہوتے ہیں یعنی ذوالیدین' ابو بکرؓ اور عمرؓ اس لئے ابو علی جبائی کی یہ دلیل فساد پر مبنی ہے۔ مزید جن علماء نے صحابہ کرام کے عمل سے خبر واحد میں راویوں کی تعداد متعین کی ہے' وہ بھی دقیق مطالعہ سے صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ جہاں تک ابو بکرؓ کے عمل کا تعلق تھا تو اس میں مغیرہؓ بن شعبہ نے یہ بات کی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کے حق میں فیصلہ دیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ فیصلہ تو لوگوں کی موجودگی میں ہوتا ہے اس لئے جو لوگ اس وقت موجود تھے ان کو

بھی لے آؤ تاکہ یہ معاملہ واضح ہو جائے مزید یہ مسئلہ اس سے قبل آپ کے علم میں بھی نہیں تھا اس لئے آپ نے توقف کیا کہ شاید یہ حکم منسوخ نہ ہو گیا ہو' یا اس میں کوئی تبدیلی نہ آئی ہو' ان اشکالات کی بنیاد پر آپ ان سے ان کے قول کی تصدیق چاہی تھی(۳۸) اور عمرؓ نے تو واضح طور پر ابو موسیٰؓ اشعری کو کہہ دیا تھا کہ میں تجھے متہم نہیں کر رہا لیکن میں نے احتیاط کے تقاضے کو مد نظر رکھا ہے' اسی طرح حضرت عائشہؓ نے جو حدیث رد کی تھی وہ قرآنی آیات کی مخالفت کر رہی تھی۔ لہذا ان تمام دلائل سے خبر واحد میں راویوں کی تعداد کے بارے میں کوئی حکم موجود نہیں۔(۳۹)

جمہور کی رائے میں صحابہ کرام نے ہمیشہ ایک آدمی کی خبر کو قبول کیا ہے اور اس کے مطابق فیصلے دیے ہیں' جس طرح عمرؓ نے عبدالرحمانؓ بن عوف سے طاعون اور مجوس سے جزیہ لینے والی احادیث قبول کی تھیں اور ان سے کوئی دوسرا گواہ نہیں مانگا تھا(۴۰) اسی طرح تمام صحابہ ایک دوسرے کی روایات فوراً قبول کرتے تھے اور کبھی گواہ نہیں مانگتے تھے مثلاً حضرت عائشہؓ سے دو شرمگاہوں کے ملنے سے غسل واجب ہونے والی حدیث کو صحابہ کرام نے بغیر کسی گواہ کے قبول کیا(۴۱) رافعؓ بن خدیج سے مخابرہ کے حرمت کی حدیث(۴۲)' اور عثمانؓ نے فریعہؓ بنت مالک سے بیوہ کی اپنے گھر میں عدت گزارنے والی حدیث بھی فوراً قبول کی تھی(۴۳)' اور اس باب میں لا تعداد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

اس لئے جمہور کے نزدیک اصول وضوابط زیادہ مثالوں کو مد نظر رکھ کر بنائے جاتے ہیں نہ کہ بعض اور مخصوص حالات کی مثالوں کو سامنے رکھ کر بنائے جائیں(۴۴) یہی وجہ ہے کہ رائے میں سابقہ بیان کردہ نقطہ ہائے نظر کی بنیادیں عقلی و نقلی دلائل پر نہیں ہیں لہذا ان کا موقف بھی درست نہیں ہے اور خبر واحد میں تعداد راوی کی شرط لایعنی ہے اور جمہور کے نزدیک ہر وہ حدیث خبر واحد ہے جس کو ایک راوی تمام طبقات میں بیان کرے یا ایک جماعت' لیکن وہ خبر متواتر کے شرائط پوری نہ کر رہی ہو۔

ان تمام آراء کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خبر واحد میں راویوں کی تعداد کے بارے میں احناف اور جمہور علماء اصول کا موقف حق کے قریب ہیں اور ان کے عقلی و نقلی دلائل کی بناء پر قاری ان کی رائے کو ترجیح دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بلا شبہ ہر معاملہ میں احتیاط لازم ہے لیکن احتیاط سے مراد یہ بھی نہیں کہ تمام معاملات کھٹائی میں پڑ جائیں اور لوگوں کے حقوق ضائع

ہوں اور وہ اپنے مسائل حل کرنے کا کوئی طریقہ نہ پا سکیں۔ اگر خبر واحد میں دو، چار یا اس سے زیادہ راویوں کی شرط رکھ دی جائے تو ایسی حدیثیں ملنا مشکل ہو جائیں گی اور عوام الناس اپنے مسائل کے حل کے لیے سنت کو چھوڑ کر قیاس کی طرح رجوع کریں گے اور شریعت اسلامی کے دوسرے ماخذ ''السنۃ'' کو چھوڑنا گویا دین کو ڈھانے کے مترادف ہے 'لہٰذا دین کی حفاظت اور عامۃ الناس کی سہولت کا دروازہ کھولنے کے لئے جو کہ دین کا بنیادی مقصد ہے، ہمیں خبر واحد میں ایک راوی سے زیادہ کی شرط نہیں لگانی چاہیے اور یہی موقف جمہور اور احناف نے اختیار کیا ہے (واللہ اعلم)۔

حوالہ جات

۱- عبد العلی، بحر العلوم۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ۔ قم منشورات الرضی۔ تاریخ ندارد۔ ۹۷/۲

۲- آمدی سیف الدین۔ الاحکام۔ قاہرہ مطبع المعارف۔ ۱۳۳۴ھ، ۱۷/۲

۳- الباجی ابو الولید۔ الاشارہ فی اصول الفقہ، تحقیق طفیل قریشی۔ اسلام آباد۔ معہد الدراسات الاسلامیہ۔ ۱۸/۱۹۸۱

۴- البزدوی فخر الاسلام۔ اصول البزدوی۔ کراچی۔ نور محمد کتاب خانہ۔ تاریخ ندارد/۱۴۹

۵- ابن منظور افریقی۔ لسان العرب۔ تحقیق علی شیری۔ بیروت۔ دار احیاء التراث العربی ۱۴۰۸ھ کتاب الالف۔ باب الدال نیز ملاحظہ فرمائیں ابن نجار الفتوحی۔ شرح الکوکب المنیر ۔ تحقیق وھبہ الزحیلی وغیرہ۔ مکہ المکرمہ۔ کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیہ۔ کتاب الخامس ۳۴۵/۲۔

۶- محمد اعلی تھانوی۔ کشاف اصطلاحات الفنون۔ بنگال۔ ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۸۸ء، ۱۴۱۲/۲

۷- راغب اصفہانی۔ المفردات فی غریب القرآن۔ کراچی۔ نور محمد تجارت کتب۔ تاریخ ندارد/۵۱۴۔

۸- الاخلاص ۱/

۹- البزدوی، اصول البزدوی/۱۵۲، نیز ملاحظہ فرمائیں صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود۔ التوضیح مع حاشیۃ التلویح۔ کراچی۔ نور محمد اصح المطابع ۱۴۰۰ھ۔ ۴۱۷/۱۔

۱۰- شیرازی ابو اسحاق۔ کتاب اللمع، مکہ المکرمہ، مکتبہ محمد صالح المصور۔ ۱۳۲۵ھ/۱۶۴۔ نیز ملاحظہ فرمائیں ابن قدامہ۔ روضۃ المناظر۔ قاہرہ۔ المطبعہ السلفیہ۔ ۱۳۹۱ھ/۵۳۔ الغزالی الامام محمد بن محمد۔ المستصفی من علم الاصول۔ مصر۔ مکتبہ التجاریہ۔ ۱۳۵۶ھ۔ ۹۳/۱۔

۱۱- الماوردی ابو الحسن علی۔ ادب القاضی۔ تحقیق یحیی ہلال سرحان۔ بغداد۔ مطبع ارشاد

۱۳۹۱ھ۔ ۱/۳۶۷۔

۱۲۔ البصری ابوالحسین المعتزلی۔ المعتمد فی اصول الفقہ۔ بیروت دارالکتب العلمیہ۔ ۱۴۰۳ھ۔ ۹۳/۲ نیز ملاحظہ فرمائیں' الباجی۔ احکام الفصول فی احکام الاصول۔ تحقیق عبداللہ محمد الجبوری۔ بیروت۔ موسسۃ الرسالۃ۔ ۱۹۸۹ء/ ۲۵۲۔

۱۳۔ النساء/ ۱۵

۱۴۔ الارموی سراج الدین محمود۔ التحصیل من المحصول۔ بیروت۔ موسسۃ الرسالہ۔ ۱۹۸۸ء۔ ۱۳۶/۲

۱۵۔ القرافی محمد بن ادریس۔ شرح تنقیح الفصول۔ مصر۔ المطبعہ الخیریہ' ۱۳۰۶ھ/ ۱۵۴

۱۶۔ ابن نجار فتوحی۔ شرح الکوکب المنیر۔ ۳۶۴/۲۔ نیز ملاحظہ فرمائیں السرخسی شمس الائمہ۔ اصول السرخسی۔ تحقیق ابوالوفا داھانی۔ قاہرہ۔ مطابع دارالکتاب العربی۔ ۱۹۷۲ء۔ ۳۲۱/۱۔ ۳۳۳

۱۷۔ ابن قدامۃ۔ روضۃ الناظر/ ۵۶

۱۸۔ البقرہ/ ۲۸۲

۱۹۔ النجم/ ۲۸

۲۰۔ الارموی۔ التحصیل ۱۳۷/۲

۲۱۔ البخاری الامام محمد بن اسماعیل۔ صحیح بخاری۔ کتاب السھو باب اذا سلم فی رکعتین۔ حدیث نمبر ۱۲۳۱

۲۲۔ ترمذی الامام۔ جامع ترمذی۔ ابواب الفرائض۔ باب ماجاء فی میراث الجدہ' حدیث نمبر ۲۱۸۲۔

۲۳۔ الباجی۔ احکام الفصول۔/ ۲۶۳۔

۲۴۔ بخاری۔ کتاب الاستیذان' باب التسلیم والاستیذان ثلاثا' حدیث نمبر ۲۱۸۲

۲۵۔ بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب ما یرخص من البکاء من غیر نوح۔

۲۶۔ الباجی۔ احکام الفصول/ ۲۶۳۔ نیز ملاحظہ فرمائیں الارموی۔ التحصیل۔ ۱۳۷/۲۔ ابن نجار الفتوحی۔ شرح الکوکب المنیر۔ ۲۶۲/۲

۲۷۔ سمرقندی علاء الدین۔ میزان الاصول فی نتائج المعقول۔ قطر۔ داراحیاء التراث الاسلامی۔ ۱۴۰۴ھ۔/ ۴۳۱۔

۲۸۔ عبدالعزیز بخاری۔ کشف الاسرار شرح اصول البزدوی۔ ملتان۔ مکتبہ قاسمیہ۔ تاریخ ندارد۔ ۲۸۸/۲۔

۲۹۔ البزدوی۔ اصول البزدوی/ ۱۵۲۔ نیز ملاحظہ فرمائیں' صدرالشریعہ۔ التوضیح ۱۷/۱۔

۳۰۔ شیرازی۔ کتاب اللمع/ ۱۶۴' نیز ملاحظہ فرمائیں' البدخشی محمد بن الحسن۔ شرح البدخشی۔ بیروت۔ دارالکتب العلمیہ۔ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۰۸/۲۔

۳۱- الظاہری ابن حزم۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ مصر۔ مکتبۃ الخانجی۔ ۱۳۴۵ھ۔ ۱/۱۰۸

۳۲- الباجی۔ احکام الفصول۔/ ۲۳۵

۳۳- ابن قدامہ۔ روضۃ الناظر۔/ ۵۳

۳۴- ابن نجار الفتوحی۔ شرح الکوکب المنیر۔ ۲/۲۶۴' نیز ملاحظہ فرمائیں الارموی۔ التحصیل ۲/۱۳۷۔

۳۵- السرخسی۔ اصول السرخسی۔ ۱/۳۳۲' نیز ملاحظہ فرمائیں ابن قدامہ۔ روضۃ الناظر۔/ ۵۶۔

۳۶- البدخشی۔ شرح البدخشی۔ ۲/۳۳۵

۳۷- الباجی۔ احکام الفصول۔/ ۲۶۴

۳۸- السرخسی' اصول السرخسی۔ ۱/۳۳۲' نیز ملاحظہ فرمائیں۔ الباجی۔ احکام الفصول/ ۳۶۵

۳۹- الباجی۔ احکام الفصول۔/ ۳۶۶

۴۰- احمد بن حنبل امام۔ مسند احمد بن حنبل۔ ۱/۱۹۲۔ (حدیث عبدالرحمان بن عوف الزہری)
نیز ملاحظہ فرمائیں۔ بخاری۔ صحیح بخاری۔ ابواب الجزیۃ والموادعۃ۔ باب ماجاء فی اخذ الجزیۃ من الیہود والنصاری والمجوس والعجم نمبر ۲۹۸۷

۴۱- صحیح بخاری۔ کتاب الغسل۔ باب اذا التقی الختانان۔ نمبر ۲۸۷

۴۲- امام نسائی۔ سنن النسائی۔ کتاب المزارعۃ۔ بالاحادیث المختلفہ عن کراء الارض۔ نمبر ۲۶۵۸۔

۴۳- مسند احمد بن حنبل۔ ۶/۳۷۰۔ حدیث فریعہ بنت مالک

۴۴- تفصیل کے لیے دیکھئے' السرخسی۔ اصول السرخسی۔ ۱/۳۳۳' الارموی۔ التحصیل۔ ۲/۱۳۶' ۱۳۷۔ ابن نجار الفتوحی۔ شرح الکوکب المنیر۔ ۲/۳۶۲۔ ۳۶۴